خسرہ: اولاد کی نعمت پر بھی صرف امیروں کا حق ہوگا؟

تحریر: سہیل احمد لون

گرمی کی شدت اور بجلی کی لوڈشیڈنگ کی جنگ میں غریب عوام کا وہی حال ہوتا ہے جیسا 2 وڈیروں کی لڑائی میں ہاریوں کا، اور سیاسی رہنماؤں کے سیاسی دنگل میں سیاسی کارکنوں یعنی غریب کے حصے میں حرام کی موت ہی آتی ہے۔ موسم گرما کی تعطیلات میں غریب کا بچہ کسی ٹھنڈے مقام پر جانے کے لیے بس ٹھنڈی آہیں ہی بھر سکتا ہے کیونکہ جہاں دو وقت کی روٹی بھی دسترس میں نہ ہو وہاں سیر و تفریح جیسی صحت مند سرگرمیاں الف لیلوی داستان ہی لگتی ہیں جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ چلچلاتی تیز دھوپ میں جب گھر بجلی کی لوڈ شیڈنگ سے تندورِ جہنم محسوس ہوتا ہے تو غریب عوام اکثر ندی، نالوں نہروں، تالابوں اور دریاؤں کا رخ کرتے ہیں۔ بیچارے گرمی سے بچنے اور کچھ سستی بلکہ مفت تفریح کے لیے نہاتے ہوئے جان بھی گنوا بیٹھتے ہیں۔ حالیہ دنوں لاہور میں ٹھوکر نیاز بیگ کے پاس نہر میں نہاتے ہوئے 2 کمسن بچے ڈوب کر ہلاک ہو گئے۔ درجنوں قیمتی جانیں صرف لاہور شہر میں مین ہولز کے ڈھکن نہ ہونے یا سڑک پر کھودے گئے گڑھے میں گر کر عالمِ برزخ کی طرف پرواز کر جاتی ہیں۔ ایسے کئی واقعات اکثر ہی رونما ہوتے رہتے ہیں مگر ہمارے ہاں غریب کی جان کی کوئی قیمت ہے ہی نہیں ورنہ آج تک ایسا کوئی قانون ضرور بن چکا ہوتا جس کے تحت مخصوص سوئمنگ پولز کے علاوہ کسی اور جگہ نہانا جرم تصور کیا جاتا۔ ایسے تمام ممالک جہاں عوام الناس کی جان و مال کی حفاظت کی ذمہ داری ریاست اپنا فرض سمجھ کر ادا کرتی ہے وہاں نہروں، دریاؤں میں لوگ نہانے کا تصور بھی نہیں کرتے۔ کسی نہر یا دریا میں کود جانا تو درکنار وہاں پر مچھلی یا کسی آبی جانور کا شکار بھی ممنوع ہوتا ہے۔ مچھلی کا شکار کرنے کے لیے بھی باقاعدہ لائسنس یافتہ ہونا ضروری ہوتا ہے جس کے لیے سالانہ فیس بھی ادا کرنی پڑتی ہے۔ سوئمنگ پول میں نہانے کے لیے ہیلتھ اینڈ سیفٹی کے تمام اصولوں کو مدنظر رکھا جاتا ہے۔ بچوں اور بوڑھوں کی حفاظت کے لیے خاص طور پر مخصوص آلات کا استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ سوئمنگ پول اور سمندر کے کناروں پر تربیت یافتہ لوگ ہمہ وقت کسی بھی ہنگامی صورت حال سے نبٹنے کے لیے ڈیوٹی پر تیار کھڑے ہوتے ہیں۔ نہر میں نہاتے ہوئے 2 بچے ڈوب کر ہلاک ہو گئے تو 2 دن کے لیے دفعہ 144 لگا دی گئی۔ سکول وین کا سی این جی سلنڈر پھٹنے سے 18 بچے اور ٹیچر جل جاتے ہیں تو چند دن گاڑیوں کی چیکنگ کی گئی اس کے بعد پھر وہی روٹین۔ حادثاتی اموات کی شرح میں گزشتہ چند برسوں میں خوفناک حد تک اضافہ ہوا ہے۔ اس کے علاوہ ہم وبائی امراض کا بھی آسان حدف بنتے ہیں۔ کثیر آبادی والے ملک بھارت نے پولیو پر مکمل قابو پالیا ہے مگر ہم آج بھی پولیو سمیت دیگر جان لیوا بیماریوں کی روک تھام کرنے میں ناکام ہیں۔ پولیو، ڈینگی سے ابھی ہماری خلاصی نہیں ہوئی کہ خسرے نے آن گھیرا ہے۔ گزشتہ تین ماہ کے دوران صرف پنجاب میں درجنوں خسرے کے کیسوں کی تصدیق ہو چکی ہے۔ برطانیہ میں بھی خسرے کے کیسز سامنے آئے خاص طور پر ویلز کے علاقے میں اس کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ صرف لندن میں 2013ء کے ابتدائی تین ماہ میں 68 کیسز کی تصدیق ہوئی جبکہ 2012ء میں مجموعی طور پر 137 کیسز سامنے آئے تھے۔ پبلک ہیلتھ برطانیہ نے اس کا سختی سے نوٹس لیا۔ لوگوں کو خسرے جیسی موذی بیماری کے متعلق آگاہی کی

باقاعدہ مہم چلائی۔علاقے کی کونسل،سکولوں کے ذریعے والدین تک لیف لیٹ پہنچائے گئے۔جس میں والدین کو ہدایت کی گئی کہ وہ جس ڈاکٹر کے پاس رجسٹرڈ ہیں وہاں سے اس بات کی تصدیق کر لیں کہ ان کے بچوں کو خسرے کے دونوں ٹیکے (MMR) لگ چکے ہیں یا نہیں۔برطانیہ میں اس مرض میں مبتلا ہونے والے بچوں کی زیادہ تعداد 10 سے 16 برس والوں کی ہے۔ان میں سے وہ بچے بھی شامل ہیں جن کو ایک ٹیکہ تو لگا مگر کسی وجہ سے دوسرا نہ لگایا گیا۔بچوں کے والدین کو اشتہاری مہم سے یہ بتایا گیا کہ خسرہ بہت سی پیچیدگیوں کے علاوہ بینائی پر بھی اثر انداز ہو سکتا ہے اور جان لیوا بھی ثابت ہو سکتا ہے لہذا اسے معمولی بیماری سمجھ کر نظر انداز نہیں کرنا چاہیے بلکہ اس سے بچنے کے لیے حفاظتی ٹیکوں کا کورس لازمی مکمل کرنا چاہیے۔برڈ فلو کی وباء کی دوران بھی ایسا ہی کچھ دیکھنے میں آیا تھا۔ہیلپ لائن کے مخصوص ٹیلفون نمبرز 24 گھنٹے عوام کی خدمت کے لیے کھولے گئے، مخصوص ویب سائٹس بنا کر بھی عوام میں آگاہی کی مہم چلائی گئی۔وطن عزیز میں پولیو کے قطرے پلانے والی ٹیموں کے ساتھ جو سلوک کیا گیا اس کے بعد خسرے کے حفاظتی ٹیکے لگانے کے لیے کسی ٹیم کو میدان میں اتارنا بھی رسک ہی لگتا ہے۔کیونکہ اس مقدس کام کو ایک مرتبہ سیاسی مقاصد کے لیے استعمال کیا جا چکا ہے۔اس کے علاوہ کچھ منفی پراپیگنڈا بھی کیا گیا ہے۔تعلیم کی کمی کی وجہ سے لوگ آسانی سے باتوں میں آجاتے ہیں۔ایک نجی ٹی وی چینل پر ایک مولانا صاحب خسرے کے ٹیکوں کے متعلق اپنا موقف بیان کرتے ہوئے کہہ رہے تھے کہ ان ٹیکوں میں ایسا کچھ شامل نہیں جو غیر اسلامی یا غیر شرعی ہو، اور نہ ہی یہ ٹیکے تولیدی نظام یا تولیدی اعضاء کو متاثر کرتے ہیں۔عوام کو اپنا اچھا برا سمجھنے کے لیے باشعور ہونا پڑے گا جس کے لیے تعلیم بہت ضروری ہے۔تعلیم حاصل کرنے کے لیے مناسب حالات اور صحت مند ہونا بھی بنیادی شرط ہے۔دیکھنا یہ ہے کہ نئی حکومت اپنے پہلے بجٹ میں تعلیم اور صحت پر کیا مختص کرتے ہیں؟عوام کو 27 کلومیٹر میں 82 ارب روپے سے چلنے والی میٹرو بس تو مل گئی کیا اب نئے ہسپتال اور تعلیمی ادارے بھی ملیں گے؟ کیا غریب عوام کو ایسی سہولتیں میسر آئیں گی کہ ان کو نہروں میں نہاتے ہوئے جان سے ہاتھ نہ دھونا پڑے؟یا پھر کسی گیس سیلنڈر کے واقعہ میں بچوں کی کوئی نئی ٹیم راہی ملک عدم نہ ہو۔یوں محسوس ہوتا ہے کہ فطرت ہمیں بار بار سمجھا رہی ہے کہ اپنے بچوں کی حفاظت کرو لیکن ابھی ہمیں اپنے سیاسی مفادات سے فرصت نہیں' کہیں ایسا نہ ہو جس ہمیں تمام سیاسی آلائشوں سے فراغت نصیب ہو تو ریاست کا بنیادی عنصر آبادی ہی صفحۂ ہستی سے مٹ چکا ہو۔خسرہ کا جان لیوا مرض ابھی تک صرف پنجاب میں درجنوں گھروں کے چراغ گل کر چکا ہے لیکن صرف بلند و بانگ دعوؤں کی مسلسل برساتی میں کسی ماں کے چیخنے کی آواز سنائی نہیں دے رہی۔بے بسی کی موت ہمارے بچوں کا مقدر بن رہی ہے لیکن حکمران اپنی غریب ''رعایا'' سے جہاں تمام خوشیاں پہلے ہی چھین چکے ہیں یوں محسوس ہوتا ہے کہ اولاد جیسی نعمت پر بھی صرف بالادست طبقات کا حق رہ جائے گا اور غریب اتنے غریب ہوں گے کہ اُن کے گھر بچے تو شاید پیدا ہوتے رہیں لیکن صرف وبائی امراض کا نشانہ بننے کیلئے۔۔۔!!!

تحریر: سہیل احمد لون

سربٹن۔سرے

sohailloun@gmail.com